حضرت شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد گوندلوی مدظلہ العالی

دوامِ حدیث

قسط نمبر ۲۶

ایک اسلام

بارھواں باب : ——— لکھتے ہیں :

" اس وقت مسلمانوں کی تعداد آٹھ کروڑ سے کم نہیں ۔ ان کی آٹھ نو ٹوٹی پھوٹی سلطنتیں بھی موجود ہیں لیکن ذرا عبرت سے دیکھئے کہ ان کی حالت کیا ہے ؟ اول درجے کے جاہل ، غیر منظم ، بدمعاشرت ، نہ کھانے کی تمیز ، نہ بات کرنے کا ڈھنگ ، نہ قبائح سے نفرت ، نہ محاسن کا شوق ، چھ کروڑ روسیوں کو دیکھو ، ڈھوروں سے بدتر ، ایک کروڑ قبائیکیوں کی حالت کہ جہالت میں چوٹی تک ڈوبے ہوئے اور صابن سے ناآشنا ، چالیس لاکھ کشمیریوں اور پانچ کروڑ چینی مسلمانوں کی حالت ان سے بھی بدتر ، مسلمان ہر آب و ہوا ہر ملک میں ملتے ہیں لیکن ہر جگہ چند چیزیں ان میں مشترک ہیں ۔ یعنے جہالت ، غلاظت ، افلاس ، پستی ، کام چوری ، کاہلی اور اپنی قوم سے غداری ۔ سوال پیدا ہوتا ہے ، کہ مسلمانوں کی اس بری حالت کا ذمہ دار کون ہے ؟ اس کا جواب صرف ایک ہے ، ملّا اور اس کا حدیثی اسلام ! دنیائے اسلام میں لاکھوں مساجد ہیں ۔ ان میں لاکھوں ملّا ، اور ہر ملّا صبح و شام مسلمانوں کو مندرجہ ذیل اسباق دے رہا ہے کہ :

۱ - صرف تم اللہ کے محبوب ہو، یہ امت بخشی بخشائی ہے اور اللہ تمہیں کبھی عذاب نہیں کریگا۔
۲ - "الدنیا جیفۃ وطلابھا کلاب"، دنیا ایک مردار ہے جس کے طالب کتے ہیں۔
۳ - "المؤمن لا ینجس"، مومن جسم پر کتنی ہی غلاظت مل لے، وہ ناپاک نہیں ہوتا۔
۴ - صرف کلمہ پڑھ لینے سے بہشت مل جاتی ہے۔
۵ - فقہ اور حدیث کے بغیر باقی تمام علوم ناپاک ہیں۔ سائنس گناہ اور کائنات میں غور کرنا کفر ہے۔
۶ - دنیا کا سب سے بڑا عمل رات کے وقت دو نفل ہیں۔
۷ - ہر نتھو خیرا، خواہ وہ چنگیز ہو یا ہٹلر، اگر ہم پہ حکومت کر رہا ہے تو وہ ہمارا اولی الامر ہے اور اس کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔
۸ - خرقہ دنیا کا بہترین لباس ہے۔
۹ - فلاں دعا ایک لاکھ حج اور لاکھ شہیدوں کا ثواب دلاتی ہے اور جنت میں ایک لاکھ محل مفت بناتی ہے۔
۱۰ - مرشد پکڑے بغیر نجات ناممکن ہے۔
۱۱ - اللہ نے فلاں اختیارات فلاں مرد کے حوالے کر دیئے ہیں، اس لئے اس سے مرادیں مانگو۔

انصافاً کہو کہ اگر کسی آدمی کے دماغ میں اس قسم کے عقائد ٹھونس دیئے جائیں کہ دنیا مردار ہے، سائنس گناہ ہے، سب سے اچھا لباس گدڑی ہے، بہشت ہمارے پاس رہن ہو چکی ہے وغیرہ وغیرہ، اس کو تنظیم کی کیا ضرورت؟ جہاد کیوں کیا جائے؟

مُلّا تیرہ سو برس سے ان عقائد کی تبلیغ کر رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اوہام و اباطیل مِلّت کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئے۔ ہر فرد دعاگو اور دعا خواں بن کر دنیائے عمل سے کوسوں دُور جا پڑا۔ نہ بلندیوں کا شوق نہ محنت سے لگاؤ نہ عمل سے تعلق نہ لہو میں حرارت، نہ سینوں میں تڑپ، نہ نغموں میں لذت نہ نوحوں میں اثر، پاؤں ذوقِ رفتار سے بیگانہ اور ہاتھ کارِ لذت سے محروم۔

ہر مرض، ہر افتاد اور ہر حادثہ کا علاج دعا سے کیا جاتا رہا ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم میں اتحادیوں نے مار مار کر ٹرکی کا حلیہ بگاڑ دیا اور ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان "ربنا انصرنا علی القوم الکافرین" کی لمبی لمبی دعائیں مانگتے رہے، انہیں کون سمجھائے کہ دنیا دارالعمل

ہے یہاں صرف عمل سے بیڑے پار ہوتے ہیں۔ سارا قرآن محنت، صبر، ایثار، جاں سپاری اور جہاد کی طرف بلا رہا ہے اور قدم قدم پر یہ دھمکی دے رہا ہے کہ اگر تم نے عمل چھوڑ دیا تو ہم کسی اور قوم کو تمہارا وارث بنا دیں گے، وہ امیہ، وہ عباسیہ، وہ ہسپانوی، وہ سلاجقہ، وہ تیموری، وہ ایوبی اور اس طرح کے ایک سو بیس اور سلسلے، جب یہ سب عیاش بن گئے کام چھوڑ دیا، محنت سے کترانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی داستانِ عظمت و حشمت افسانہ بنا کے رکھ دی - دنیا میں ہر عمل کا ایک صلہ ہے جو کسی صورت میں اس سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حدیث کچھ اور ہی کہتی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کے ہمراہ ایک سواری پر تھا، آپ نے فرمایا کہ جو شخص منہ سے لا الٰہ الا اللہ کہیگا اس پر جہنم حرام کر دیا جائیگا، معاذ نے پوچھا، میں سب کو ارشاد سناؤں؟ فرمایا کہ لوگ اس پر اعتماد کر کے سست ہو جائیں گے۔ چنانچہ معاذ نے مرتے وقت یہ حدیث ظاہر کی۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ کلمہ اسلام کا دروازہ ہے۔ جو شخص اس دروازے میں داخل ہوگا یا یوں کہیئے کہ اسلامی سوسائٹی کا ممبر بن جائیگا اسے لازمی اسلامی کردار اختیار کرنا پڑیگا۔ لیکن یہ فرمائیے کہ رسول اللہ صلعم نے معاذ کو اس حدیث کی تبلیغ سے کیوں روک دیا؟ کیا اسلامی کردار سستی پیدا کرتا ہے؟ ہمارے اس استدلال کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے (آگے مسلم والی ایک حدیث بیان کی ہے جو پہلے گزر چکی ہے)

(اس کے بعد ابوذرؓ کی حدیث بیان کی ہے کہ) ابوذر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرت کے پاس گیا، آپ نے فرمایا، جب کوئی آدمی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اور اس کی موت اسی عقیدے پر ہو جاتی ہے تو وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا، اگر وہ زانی اور چور ہو تو پھر؟ فرمایا، پھر بھی جنت میں جائیگا۔ میں نے تین مرتبہ یہی سوال پوچھا اور آپ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا، اور چوتھی مرتبہ کہنے لگے "علی رغم انف ابی ذر" کہ وہ جنت ہی میں جائیگا خواہ ابوذر کو کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو!

حالانکہ بعض ایسی احادیث بھی ہیں جو ان احادیث کے بالکل خلاف ہیں مثلاً:

۱۔ غماز جنت میں نہیں جائیگا۔

۲۔ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ گفتگو نہ کریگا، نہ انہیں دیکھے گا اور نہ ان کے گناہ معاف کریگا بلکہ انہیں سخت عذاب دیگا، اول، دامن گھسیٹ کر چلنے والا، دوم، احسان کر کے جتانے والا،

سوم، جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا۔

ایک حدیث میں ہے، جو شخص کسی مسلمان کا حق کھاتا ہے اس پر جنت حرام کر دی گئی۔ ایک شخص نے پوچھا، خواہ وہ حق بہت تھوڑا ہو؟ فرمایا، خواہ وہ درخت کی ایک ٹہنی ہو!" (اہل اسلام)

الجواب:

ابوہریرۃؓ، معاذؓ اور ابوذرؓ کی حدیث کا جواب ہو چکا ہے۔ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صدق دل سے کلمہ پڑھے، ضرور ہے کہ قرآن وسنت پر عمل کرنے پر آمادہ ہوگا مگر پھر بھی بشر ہے اور بشر سے غلطی ہو سکتی ہے، اگر کسی وقت اس سے اس قسم کی غلطی سرزد ہو تو ضرور ہے کہ وہ فوری طور پر سنبھل جائے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ غلطی کے بعد توبہ کرے اور پشیمان ہو کر استغفار کرے اور فتح الباری میں ہے کہ ابوذرؓ کی حدیث کے اخیر میں یہ لفظ ہیں کہ "ثم ندم واستغفر" پھر پشیمان ہو کر تائب ہو جائے تو اس صورت میں وہ جنت میں داخل ہو جائیگا۔ اور اس معنیٰ کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے اور اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

باقی تیرہ باتیں جو ملاّ اور محدثین اسلام کی طرف منسوب کی ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں۔ بعض کی نسبت حدیث کی طرف تو بہتان ہے۔ اور بعض حدیثیں موضوع ہیں اور بعض کا مطلب غلط بیان کیا گیا ہے:

۱۔ "یہ امت بخشی بخشائی ہے" یہ اس امت کے لئے ہے جو متبع ہو نہ اس امت کے لئے جو نافرمان ہو۔ حدیثوں میں اس کی تعمیم ثابت نہیں۔

۲۔ دنیا سے وہ چیزیں مراد ہیں جو اللہ سے غافل کریں۔ نہ مالِ دنیا، خواہ غافل کرے یا نہ کرے۔

۳۔ "مومن نجس نہیں ہوتا"، کا تو یہ مطلب ہے کہ مومن کی عادت ہے کہ وہ نجاست سے پرہیز کرتا ہے اسلئے حدث اور جنابت میں بھی وہ پاک ہی رہتا ہے۔ یہ کہنا کہ "مومن جسم پر کتنی ہی غلاظت مل لے، ناپاک نہیں ہوتا"، جہالت ہی نہیں، حدیث سے استہزا بھی ہے۔

۴۔ صرف کلمہ پڑھنے سے نجات کا کوئی دعویٰ نہیں کرتا (تفصیل کے لئے دیکھئے اسی شمارہ میں جسٹس پی۔ زیڈ کیکاؤس کا مضمون "لا الٰہ الا اللہ کے معنی" ص۲۶)

۵۔ "فقہ اور حدیث کے علاوہ باقی علوم ناپاک ہیں"، یہ فتویٰ کسی عالم کا نہیں جبکہ درس نظامی میں صرف ونحو، ادب، اصول فقہ، تفسیر، اقلیدس، حساب، علم ہندسہ موجود ہیں۔ بلکہ شاہ عبدالعزیزؒ کا فتویٰ موجود ہے کہ مسلمانوں کو انگریزی سیکھنی چاہیئے۔

۶۔ "دنیا کا سب سے بڑا عمل رات کے وقت دو نفل ہیں" اس حدیث کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ اس کا صحیح

ترجمہ یہ ہے "تمام دنیا و ما فیہا سے دو رکعتیں بہتر ہیں" یعنی یہ دو رکعتیں آخرت کا زاد ہیں۔ اس لئے وہ دنیا سے بہتر ہیں۔

۷۔ ہر تھو خیرے کو اہل علم امیر نہیں مانتے، اگر کسی نے غلطی کی ہے تو تمام علمار مطعون کیونکر ٹھہرے؟

۸۔ گدڑی والی حدیث پر پہلے بحث ہو چکی ہے کہ یہ صحیح نہیں نہ علمار محققین اس قسم کی احادیث بیان کرتے ہیں۔

۹۔ لاکھ شہید کے ثواب والی روایات موضوعہ کو بھی اہل علم جو حدیث سے واقف ہیں، بیان نہیں کرتے۔

۱۰۔ "مرشد پکڑے بغیر نجات ناممکن ہے" یہ بھی محققین علمار کا مذہب نہیں ہے۔

۱۱۔ اسی طرح مردوں کے سپرد اختیارات کا ہونا بھی علمار واقف کار کا خیال نہیں۔

اگر بعض ملاؤں نے جو بالکل جاہل تھے، ایسی باتیں کہی ہوں تو اس کا اثر تمام دنیا کے مسلمانوں پر کیسے پڑ سکتا ہے؟

مسلمانوں کی پستی وزوال ونکبت و افلاس کا جائزہ لینے کے لئے بڑے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ ملا کی یہ بات تو مان لی گئی کہ جہاد کو چھوڑ دیا مگر ملا کا یہ کہنا کہ "نماز پڑھو اور روزے رکھو" اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ حقیقت پر پردہ نہ ڈالئے۔ اصل وجہ جس کی بنا پر یہ سب عیوب مذکورہ پیدا ہوئے کچھ اور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لوگ اندھی تقلید کے عادی ہو گئے اور قرآن و سنت میں غور و فکر کرنا چھوڑ دیا اور بعض لوگ اس قدر آزاد ہو گئے کہ صحابہؓ اور سلف کی روش کو چھوڑ کر غور کرنے لگے۔

قرآن و سنت میں مجموعی نظر کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں اور یہی ائمہ و محدثین، اہلحدیث اور محققین اہل سنت کا مسلک چلا آرہا ہے کہ سلسلہ اسباب میں دعا بھی داخل ہے۔ جیسے نتائج کے ظاہر اسباب ہیں اسی طرح بعض اسباب پوشیدہ بھی ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں جابجا پایا جاتا ہے۔ مثلاً تقویٰ و نیکی رزق کی وسعت کا سبب ہے جبکہ بدکاری رزق کی تنگی کے اسباب میں داخل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تجارت، زراعت، صنعت وملازمت کو وسعتِ رزق میں کوئی دخل نہیں۔ کبھی کبھی باطنی اور ظاہری اسباب موافق ہوتے ہیں اور کبھی ان میں تعارض ہوتا ہے۔ اس تعارض میں کبھی ظاہر کو ترجیح ہوتی ہے اور کبھی باطنی اسباب کو، اس کیلئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کے لئے حکمت ہوتی ہے۔ پس حکمت کے مطابق نتائج کا نکلنا اسی کا نام سنۃ اللہ ہے۔ اور جیسے ظاہری اسباب کا حاصل کرنا نتیجہ کے حصول کے لئے ضروری ہے اسی طرح باطنی اسباب مثلاً نماز، روزہ، ذکر اللہ اور خلق سے رحم وغیرہ کو اختیار کرنا بھی لازمی ہے۔ جیسے توپ وتفنگ کی ضرورت ہے ویسے ہی "فانصرنا علی القوم الکافرین" کہنے کی بھی ضرورت ہے۔ اسی طرح اخلاقی اصلاح اور حاکمانہ اوصاف کا پیدا کرنا بھی فرض ہے ÷